

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

قسط نمبر ۳

خطاب: مولانا سید ابومعاریہ ابوذر حسنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سیرت و سوانح امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳/رجب ۱۳۹۸ھ/۳۰/جون ۱۹۷۸ء، و ہاڑی

تورات اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں:

کیونکہ آپ کی نشانی تورات اور انجیل میں یہ آئی تھی کہ لَا يَمْلُكُ السُّوَالُ، کہ کوئی کتنا مانگے، پیسہ مانگے، نقد مانگے، کپڑا مانگے، غلہ مانگے، اناج مانگے، جانور مانگے، زمین مانگے اور آپ سے کوئی مسئلہ پوچھے، ایک پوچھے، سو پوچھے آپ تنگ نہیں ہوں گے۔ یہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی پچھلی کتابوں میں آئی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے استاد تھے۔ بہت بڑے شیخ الحدیث اور مفسر تھے، تورات پڑھاتے تھے۔ یہودی علماء میں سے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر ان کا مدرسہ تھا جس کا نام ”بیت المذراہ“ تھا۔ وہ آئے اور تورات ان کے ہاتھ میں تھی اور اپنا ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر سوال کرایا اور خود دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ وہ سوال کرتا جاتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے اور عبداللہ بن سلام دروازے کے پیچھے سے اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تورات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس میں نشانیاں لکھی ہوئی تھیں کہ ان کا چہرہ ایسا ہوگا، ان کی چھاتی پر بال زیادہ ہوں گے، ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر ہوگی، ان کے سر کا دور بڑا ہوگا، ان کے پاؤں کی ہتھیلیاں اٹھی ہوئی ہوں گی۔ ان کے ناک کا بانسا لمبا ہوگا، ان کے ہاتھ کی ہتھیلیاں چوڑی اور نرم ہوں گی، ان کا رنگ نہ اتنا گورا ہو گا کہ آنکھیں چندھیا جائیں نہ ایسا گندمی ہوگا کہ لوگ اسے سانولا کہیں۔ چمکتا ہوا دودھ یا رنگ ہوگا۔ ان کی زلفیں ہوں گی۔ ان کے شانے چوڑے ہوں گے۔ بائیں طرف مبرِ نبوت ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام سے خلیہ ملتا ہوگا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے۔ سرمہ نہیں لگا ہوا ہوگا لیکن لوگ سمجھیں گے سرمہ لگایا ہوا ہے، قدرتی آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ یہ سب نشانیاں لکھی ہوئی تھیں اور بھی بتایا تھا کہ وہ سخی ہوگا جو بھی مانگے گا وہ لوگوں کو دے گا اور جتنا اُس سے پوچھا جائے گا، دین کے بارے میں اس کو تنگ دلی کبھی نہیں ہوگی۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام چھپے سنتے رہے، اس یہودی نے جو کچھ نہ کہنا تھا وہ بھی کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ آنکھیں جھکالیں اور چپ چاپ بیٹھے رہے اور کتنی مدت گزر گئی آخر عبداللہ بن سلام سے صبر نہیں ہوا، دروازہ کھول کر پیچھے سے آکر کہنے لگے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں صرف اس انتظار میں تھا۔ میں نے سب نشانیاں پکی پالیں۔ میں دیکھتا رہا ہوں آج تک۔ خاندان آپ کا وہی ہے جو تورات میں لکھا ہے، حلیہ آپ کا وہی ہے۔ دادا آپ کے وہی ہیں۔ مشابہت آپ کی پوری موجود ہے۔ ابراہیم کی نسل سے آپ ہیں۔ جو باتیں لکھی ہیں وہ سب پوری ہو رہی ہیں یہ بھی

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

لکھا ہوا ہے کہ جو ایک دفعہ اس کا کلمہ پڑھ لے گا وہ جلدی سے مرتد نہیں ہوگا (اللہ یہ کہ کوئی ازلی بد بخت یا منافق)، یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ لوگ جتنے بھی اُس کے ساتھ آئیں گے، اکثر غرباء میں سے ہوں اور یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کی سلطنت عرب کی حدود تک پھیل جائے گی۔ شام کی حدود تک چلی جائے گی۔ سب نشانیاں پوری ہو گئی تھیں۔ آخری بات میں یہ دیکھنا چاہتا تھا آپ کے اخلاق میں سے کہ اگر ہم اس کو زیادہ تنگ کریں گے تو وہ گالی تو نہیں دے گا۔ بس یہ مجھے دیکھنا تھا۔ اگر آپ کوئی سخت لفظ آج کہہ دیتے۔ اتنا ہی فرما دیتے جاؤ دفع ہو جاؤ مجھے صبح سے تنگ کیا ہوا ہے، جان میری کھالی۔ تو میں سمجھتا کہ آپ نبی نہیں۔ جب آپ اس پر بھی چپ ہو گئے کہ میرا بھیجا ہوا آدمی گھٹنوں سے آپ کو تنگ کر رہا ہے اور آپ نے ایک لفظ بھی اُس کو نہیں فرمایا کہ تم خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ اب حق کو چھپانا دوزخ میں جانے کے برابر ہے۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ یہ میرے پاس تورات ہے اور یہ حلیہ اور آپ کی نشانیاں لکھی ہیں۔ آج کے بعد میں گواہی دیتا ہوں کہ موسیٰ اپنے وقت میں سچے تھے۔ عیسیٰ اپنے وقت میں سچے نبی تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سے پہلے بھی سب نبی سچے تھے اور آپ کا قرآن سچا ہے اور آپ سچے ہیں۔ عبداللہ بن سلام یہودی بزرگ یوں مسلمان صحابی ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں میں سے یہ نشانی تھی کہ آپ سوال سے تنگ دل نہیں ہوتے اور یہ معمولی بات نہیں۔ آپ دکانداروں سے پوچھیں۔ دکاندار کہتے ہیں جی کہ جو گا ہک سے لڑ پڑا، وہ دکانداری کے قابل نہیں۔ اگر دکان داری بغیر صبر کے نہیں ہو سکتی۔ نبوت تو سب سے اعلیٰ منصب ہے، کافر بھی آئے گا، بدترین مرتد بھی آئے گا۔ علاوہ زانی بھی آئے گا، شرابی، ڈکیت، چور، قاتل، خائن، غاصب اور رشوت خور بھی آئے گا، دنیا کا ظالم سے ظالم بھی آئے گا سب کے ساتھ یوں بولنا پڑے گا جیسے اپنا عزیز ہو۔ اُن کو متاثر کیسے کیا جائے گا؟ اگر دنیا کا کاروبار بغیر اخلاق اور شرافت کے چل نہیں سکتا تو ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کاروبار کیسے چلے گا بغیر اخلاق کے۔ اس کے لیے پتھر کا کلیجہ اور پہاڑ کا جگر چاہیے تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

فرماتے ہیں وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا، اگر خود صبر کر جاتے لَسَكُنَ خَيْرًا لَّهُمْ، آپ خود باہر تشریف لاتے۔ پھر یہ قانون اور آداب کے مطابق آپ سے ملاقات کرتے تو یہ اُن کے لیے بہتر ہوتا اور آپ کے لیے بھی آسانی ہوتی لیکن یہ تو مجھے معلوم ہے کہ آپ تو شرم کے مارے بولیں گے نہیں۔ صحابہ کی روایت ہے کہ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا سِتِيرًا، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنے حیادار تھے جس کا اندازہ کوئی نہیں۔ بے حد پردہ پوش تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے: كَانَ أَحْيَى مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی تھی کہ یکدم آنکھیں اٹھا کر کسی کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کرتے تھے۔ بات کوئی کرتا تھا۔ آپ کی آنکھیں شرم سے جھک جاتی تھیں۔ میں نے زندگی میں بہت کم آدمی ایسے دیکھے ہیں بعض علماء کو دیکھا کہ جب اُن کے چہرہ پر نظری، اُن کی آنکھیں نیچی ہو گئیں۔ یہ سنتِ رسول میں نے کہیں کہیں دیکھی۔ دو تین بزرگوں میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ فطری تھی۔ یہ جان بوجھ کر نہیں۔ فطرتی تھی کہ جہاں کوئی

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

صحابی بات کرتے تھے وہ آپ کی آنکھوں میں آنکھ ڈالنے لگتے تھے، آپ کی آنکھیں خود بخود نیچی ہو جاتی تھیں۔ شرمیلے اتنے تھے تو صحابہ نے روایت کی ہے *كَانَ أَحْيَىٰ مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خَلْدِهَا*، کہ کنواری بچی جس کو خاوند اور مٹگنی کے لفظ کا بھی پتا نہ ہو، جیسے وہ اپنے ماں باپ کے پاس، اپنے گھر میں شرمیلی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کنواری بیٹی سے جو گھر میں اپنے کمرے کے اندر بیٹھی ہو۔ پردوں کے اندر، چادروں میں لپٹی ہوئی، اپنے غیر محرم نہیں، محرم رشتہ داروں سے بھی شرم کرتی ہو۔ بعض ہوتی ہیں جو سامنے نہیں آتیں۔ وہ کہتی ہیں ٹھیک ہے کہ میرا اس سے کوئی پردہ نہیں لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی کہ میں لڑکے کے سامنے جاؤں۔ ایسی شرمیلی بھی خاندانی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ آج کل کی بات میں نہیں کرتا۔ اب تو جن کا کوئی رشتہ نہ ہو تو زیادہ دوسری اُس سے ہو جاتی ہے اور جن سے رشتہ ہو، اُن سے برقع پہن کر پردہ ہوتا ہے۔ بازار میں بھی، گھر میں بھی منہ لپیٹ کے کسی نے کہا کہ تمہارا بچا آیا ہے، کہنے لگی کہ بھاڑ میں جائے۔ مجھے میری چادر دینا ذرا لپیٹ کر میں روٹیاں پکالوں، بچا سے تو پردہ لیکن خاوند کے دوست کے ساتھ دوسری ہے۔ یہ خدا کا عذاب آیا ہوا ہے بھائی! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو صفت یہ بیان کی گئی کہ آپ شرم کی وجہ سے کہنا کچھ نہیں چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے صبر نہ ہو سکا، انھوں نے کہا کہ تم آج نرم پڑو گے تو یہ تو گھر کا دروازہ توڑ دیں گے۔ یہ تو آئیں گے ہر وقت، ان کو تو آنا ہی آنا ہے۔ ضابطہ بن گیا کہ آئندہ سے کوئی شخص ان اوقات میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹائے گا۔ کوئی شخص آپ کی محفل میں آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ جن صحابہ کو جس جس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز بٹھاتے ہیں، وہیں پر وہ لوگ بیٹھیں گے۔ دوسرا کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔ کسی کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ تم آگے آ جاؤ تو وہ آگے آئے گا۔ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے نہیں بولے گا۔ کوئی شخص اب یا محمد کہہ کر نہیں پکارے گا۔ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر پکارے گا۔ چنانچہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام کی تو کیا مجال ہے، کسی شخص کو پھر جرأت نہیں ہوئی کہ یا محمد کہہ کر بلائے، سوائے کافروں کے۔ کافروں نے تو بلایا کیونکہ انھیں تو ابھی ادب نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت پھر یہی تھی کہ جب بلائے تھے ”یا رسول اللہ“ ”یا نبی اللہ“ اے اللہ کے رسول، اے اللہ کے نبی۔ اس کے سوا کوئی نہیں بلاتا تھا اور تفسیروں میں آپ پڑھ لیجیے۔ تمام کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ جن کا قد و قامت، جن کا وجود بہت نمایاں تھا، جن کی آواز پورے محلہ سے باہر نکل کر پونے میل تک چلی جاتی تھی، وہ فاروق اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں اس طرح چپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے جیسے معصوم بچہ اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی بات ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قدم کے فاصلہ پر حضرت عمر ابن خطاب کی بات سمجھ نہیں سکے۔ فرمایا: *مَا سَمِعْتُ*، میں نے سنا نہیں۔ ذرا اونچی کہو۔ کون عمر؟ جن کی آواز ایک میل تک جایا کرتی تھی۔ پھر بولے۔ حضرت صدیق اکبر تو بولتے ہی نہیں تھے وہ تو *كَانَتْهُ عُمُودٌ مِّنْ*

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

الْخَشَبِ، جیسے لکڑی کا ستون ہوتا ہے۔ یوں ہو گئے۔ فارقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ بولتے تھے تو اتنا کہ خود یہ مشکل سنتے تھے۔ وہ عمر ابن خطاب جن کی آواز کے دھڑکے سے لشکر ہل جاتے تھے۔ تو فرمایا: ”بھائی میں نے نہیں سنا۔“ تو تیسرے صحابی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ“ عمر یوں فرماتے ہیں، تو فرمایا ہاں، میں نے سنا۔ تو اب دیکھئے ایک بات اس میں سے نکلی۔ آپ ذرا غور کریں، اگر یہ آہستہ بولنا عمر ابن خطاب کا تکلف ہوتا، تصنع ہوتا، یا خلافِ ادب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روک دیتے۔ فرماتے اوپچی کیوں نہیں بولتے؟ پہلے بولتے تھے اب کیا ہے؟ تو پھر وہ آگے سے جواب دیتے کہ یا رسول اللہ! آپ ہی نے تو آیت سنائی تھی۔ یہ مناظرہ کی ضرورت پڑتی، معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عمر کا اب اتنا آہستہ بولنا ہی ضروری تھا کہ تمھاری آواز اب پاس بیٹھے ہوئے بھی مجھے نہ سنائی دے، یہ تو منظور ہے لیکن اتنی اوپچی آواز کہ لوگ جس کو سن کر یہ سمجھیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھیوں کے یہاں اُن کا ادب ہی نہیں، یوں بولتے ہیں جیسے بچے کو بڑا ڈانٹتا ہے یہ برداشت نہیں۔ یہ برداشت ہے کہ جس عمر کی آواز محلہ سنتا تھا، آدھا مدینہ سنتا تھا، اُس کی آواز دوفٹ سے نہ سنی جائے، یہ منظور ہے لیکن اُسی عمر کی آواز نبی کی محفل میں اتنی اوپچی برداشت نہیں، نہ خدا کو نہ خدا کے رسول کو کہ جن کے بولنے کی وجہ سے یہ سمجھا جائے کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ یہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حالات پیدا ہوئے۔ اسی سورت کے اندر دیکھئے ضمن میں یہ بھی آپ کو معلومات ہو گئیں۔

اُن صحابہ کو جن کی ابھی نئی ایمان کی حالت تھی، کمزوری تھی اُن میں ادب سے واقف نہیں تھے۔ انھی کی بات کرتے کرتے آگے فرماتے ہیں کہ ایسا نہ سمجھو کہ یہ نئے ہیں یا کمزور ہیں تو یہ مسلمان ہی نہیں، صرف ابوبکر ہی مسلمان ہیں، صرف عمر، عثمان، علی ہی مسلمان ہیں، نہیں نہیں! ہیں یہ بھی مسلمان۔ اور ابوبکر و عمر تو بہت بڑے درجے کے مسلمان ہیں لیکن کہیں اُمت والے آگے یہ نہیں سمجھیں کہ دیکھو جی لاعلمی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا پورا ادب نہ کر سکے تو کلمہ ہی ختم ہو گیا، ایمان ہی ختم ہو گیا، نہیں بالکل نہیں۔ ایسا نہیں ہے، ہاں۔

”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ“ (الحجرات: ۳)

”یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے پرکھ چکا ہے۔“

اللہ فرماتے ہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ہیں یہ نئے نئے، کل پختہ ہو جائیں گے۔ یہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے درجہ کے لوگ تو نہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے یا آئندہ آنے والا یہ خیال کر بیٹھے کہ یہ مسلمان ہی نہیں تھے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دھوکے میں ہے، اللہ تعالیٰ ابوبکر و عمر کو جیسے امتحان میں آزما چکا ہے ان نئے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اندر سے جانتا ہے کہ یہ کپے مسلمان ہیں۔ اُولَٰئِكَ يَدْرِي لَوْ هِيَ الْإِيمَانُ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ، کہ جن کے دلوں کو نیکی اور تقویٰ کے لیے اللہ تعالیٰ آزما چکا ہے۔

ماہنامہ ”نقیبِ نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

”لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ“ (الحجرات، آیت: ۳)

”ان کے لیے کھلی بخشش ہے اور بڑا بدلہ ہے۔“

سورت انفال کے اندر اور طرح آیا، یہاں اور طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیشگی بخشش کا پروانہ دے دیا ہے، ابھی وہ دنیا میں موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام پر آیت نازل ہو رہی ہے۔ ابھی انھوں نے وفات نہیں پائی، قبروں میں نہیں گئے، اُن کے حساب کتاب کی نوبت نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ یاد رکھنا صحابہ کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ بس یہی حساب کتاب ہوگا کہ آگے؟ جی حاضر ہیں! جاؤ تمہیں معاف کیا ہوا ہے۔ جاؤ تم پیشگی پاس ہو، جاؤ تمہارے ”قائدِ اعظم“ تمہارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ تم اُن کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ تم سے پہلے دنیا کا کوئی فرد جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ دیکھ لیجئے کبھی کسی اور مسلمان کو کہا گیا ہے؟ ساری اُمت پڑی ہوئی ہے، بڑے بڑے اولیاء اللہ، قطب، غوث جن کی نیکی کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔ ایک آدمی کے متعلق بھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ وہ بے حساب جنت میں چلا جائے گا۔ ہاں ترمذی اور بخاری میں ایک روایت آتی ہے کہ صحابہ کرام کے علاوہ ستر ہزار آدمی ایسے آئیں گے کہ اللہ تعالیٰ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے بے حساب بخش دیں گے۔ ان میں کون کون ہوگا؟ یہ اللہ جانے، اُس کا رسول جانے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

صحابہ کی محفل ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، تو صحابہ تو اس میں ہیں ہی لیکن وہ ایک بات تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے ایسے آدمی ہوں گے جو بے حساب جنت میں جائیں گے تو یکدم حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ بنو اسد میں سے تھے۔ بڑے عجیب بزرگ ہیں۔ فلسطین کے علاقہ میں زیادہ رہے۔ غالباً وفات بھی اُدھر ہی ہوئی۔ عکاشہ بھی نام ہے، عکاشہ بھی، دونوں ٹھیک ہیں۔ عکاشہ بن محسن اسدی (محسن ”ص“ کے ساتھ) کھڑے ہوئے اور کہا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ اُدْعُ لِي اَنْ اَكُونَ مِنْهُمْ“ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہے کہ ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے، میرے لیے دعا فرمائیے مجھے خدا اُن میں سے کر دے۔ آپ نے وحی کا اشارہ پا کر فرمایا: ”اَنْتَ مِنْهُمْ“ تم انھی میں سے ہو۔ اتنے میں دوسرے صحابی کو کچھ خیال آیا کہا: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِي؟“ کہ حضور میرے لیے بھی، تو فرمایا: ”سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ“، کہ نہیں تم بیٹھ جاؤ عکاشہ کی بازی جیتی گئی۔ وہ جیت گیا۔ وہ بات کیا تھی؟ بتانا یہ تھا کہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی رحمت کی، بارش ہوئی تھی، قطرہ انھی پر پڑنا تھا۔ کیا مطلب؟ کہ اور مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے؟ مطلب یہ کہ عکاشہ بن محسن کی بازی زیادہ جیتی گئی کہ اُس کا نام آگیا اور وہ نام نہیں بتایا کہ صحابہ تو مجموعی طور پر ویسے ہی بخشے بخشائے ہیں لیکن عکاشہ کو خیال ہوا پتا نہیں میرا کیا مقام ہوگا؟ اُس دن بتا دیا کہ تم تو پہلے ہی بخشے ہوئے ہو، تمہیں تو بخشوانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسرے نے کہا تو فرمایا: ”نہیں“ اب وہ بازی جیت گیا۔ اب اُس کی

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان (جولائی 2016ء)

خطاب

ریس نہ کرو۔ بس اُس نے کہہ دیا تو بے حساب ہی جنت میں جائے گا۔ حالانکہ سارے صحابہ جنت میں جائیں گے اور بے حساب ہی جائیں گے۔ جو اُن کا حساب ہے وہ یہی کچھ ہوگا کہ تم نے نمازیں پڑھیں، تم نے روزے رکھے، تم نے جہاد کیا، تم نے میری وجہ سے اپنی ہڈیاں تڑوائیں، ہجرت کی، گھریا چھوڑا، بیوی بچوں کی ذلت برداشت کی، قحط برداشت کیا، بھوک افلاس برداشت کیا۔ تم پیدا کہیں ہوئے لاشیں تمھاری کہاں دفن تھیں، میں جانتا ہوں کہ تم نے میری خاطر کیا۔ میرے رسول کی خاطر کیا، جاؤ تم کو معاف کیا۔ ہوگا یہی کچھ۔ تو بعض کو اتنا بھی نہیں کہا جائے گا۔ اُن کو بے حساب کہہ دیا۔ ویسے صحابی مجموعی طور سے اُمت کے مقابلہ میں بے حساب جنت میں جائیں گے۔ وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی

تو اس آیت کے اندر جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی اس کے ساتھ تعلق جوڑ دوں گا۔ وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو میں نے جانچ لیا ہے کہ ان کے اندر اسلام ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے صحابہ دیکھئے، اس میں بنو تمیم کے وہ دیہاتی بھی آگئے۔ اس میں جو مسجد میں موجود تھے وہ بھی آگئے۔ جو مدینہ میں رہتے تھے وہ بھی آگئے، جو باہر تھے سب آگئے۔ کہ جتنے بھی نبی پر ایمان لانے والے ہیں۔ منافقوں کو چھوڑ کر، مکہ کے مشرکوں کو چھوڑ کر، بہر و پیوں کو چھوڑ کر، یہ سب وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے جانچا ہوا ہے پہلے سے، کیونکہ اللہ کو تو تقدیر کا پتا ہے۔ آپ باغ لگاتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ یہ پودا جو ہے لنگڑے آم کا ہے، اس میں دسہری نہیں نکل سکتا، آپ نے دسہری کا جو بوٹا لگایا ہے تو اس میں سے زمر نہیں نکل سکتا۔ آپ کو معلوم ہے نایہ ہو کیسے سکتا ہے، جو بوٹا لگایا جائے گا اندر سے ویسے ہی نکلے گی گٹھلی اس کی، اور رنگ بھی ویسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا باغ لگایا، وہ عالم الغیب ہے۔ ہم عالم الغیب نہیں۔ ہمیں صرف تجربہ ہے، ہم نے تھوڑا سا پڑھا ہے، تو ہم کہہ دیتے ہیں اپنے خیال کی وجہ سے کہ آج جو ہم کہتے ہیں وہی کچھ ہوگا۔ اللہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اُن کا فیصلہ یہی ہے کہ جس کو انھوں نے مؤمن پیدا کیا وہ دس ہزار سال کے بعد بھی پیدا ہوگا تو مؤمن ہی ہوگا۔ تو صحابہ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا قیامت سے پہلے، ازل سے ابد تک کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معلوم ہے کہ فلاں فلاں آدمی جو پیدا ہوگا فلاں گھر میں، کافروں کے گھر میں، وہ مسلمان پیدا ہوگا۔ اب قیامت آجائے، جب بھی وہ پیدا ہوگا مسلمان ہی ہوگا۔ ابو جہل کے متعلق اللہ کا یہ علم تھا کہ یہ کافر ہی رہے گا۔ وہ کافر رہا اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان ہو گیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق رہا۔ عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ ہے، وہ صحابی ہو گیا۔ اب یہ کسی کے اختیار میں ہے؟ سارا خیر یہودی رہا۔ بنو قریظہ، بنو نضیر، یہ سب یہودی رہے لیکن ”عبد اللہ بن سلام“ یہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے بیٹے ”یوسف بن عبد اللہ بن سلام“ مسلمان ہو گئے اور دس پندرہ یہودی عالم جو تھے وہ مسلمان ہو گئے، ایک بی بی تھیں وہ مسلمان ہو کر باندی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ ”ریحانہ بنت شمعون“ ایک مہینہ یا تین مہینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں بھی رہیں۔ وہ مسلمان ہو گئیں اور ام المؤمنین بن گئیں۔ اور پھر جلد ہی اُن کی وفات ہو گئی۔

جاری ہے